بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

نظرات

آج کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے اسلام کے نام لیوا یہ بھول گئے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے ہیں، قرآن کریم ان کا دستور حیات اور سنت نبوی ان کا لائحۂ عمل ہے ، ان کا دین وایمان ہی ان کی تہذیب و ثقافت کی بنیاد ہے، ان کی فلاح و بہبود، قرآنی تعلیمات اور اسوۂ رسولؐ کی پیروی میں مضمر ہے مسلمانوں کی یہ خود فراموشی ذاتی نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ وہ احساس کمتری میں مبتلا ہو کر بیرونی اثرات سے مرعوب ہو گئے ہیں. نتیجہ یہ ہے کہ غیروں کی سطوت اور دبدبے کے آگے اپنی چال بھول کر دوسروں کی چال چلنے پر مائل ہیں. سرزمین ہند کی تقسیم کو رہنمایانِ ملت نے اس لئے ضروری گردانا تھا تاکہ مسلمان ایک علیحدہ ملک میں دوسری قوموں کے اثرات سے آزاد ہو کر اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دکھائے ہوئے راستے پر گامزن ہوں اور اپنی کھوئی ہوئی عزت و عظمت کو دوبارہ حاصل کر سکیں۔

تقسیم ہند کے بعد سب سے بڑی غلطی مسلمانوں سے یہ ہوئی کہ تقسیم سے پہلے کے سارے لادینی اطوار اور تعلیمی وتنظیمی روایات کو پاکستان میں آکر اپنائے رہے اور ان کو اسلامی بنانا بھول گئے۔ اسلام کے لئے ملک تو حاصل کر لیا مگر خود کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد نہ کر سکے۔

خدا کا شکر ہے کہ مشرقی پاکستان میں تخریب پسند عناصر کو شکست ہوئی اور پاکستان

ہ ہونے سے بچ گیا۔ بجا طور پر ہمیں اپنے صدر اور پاکستانی افواج کا شکرگزار
ہم ان پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انھوں نے
نوں کو مغلوب کر لیا اور بے انتہا قربانیاں دے کر اپنے فرائض انجام دیئے۔ ہمیں
ہمارے رہنماؤں کی آنکھیں کھل چکی ہیں اور اب یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ اہل پاکستان
تخریبی عناصر کو سر اٹھانے کا موقعہ نہ دیں گے، اور گزشتہ واقعات سے سبق لے کر
اصلاحات کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ آج اس امر میں کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا
ح و بہبود کے لئے جلد از جلد ملک کے نظام تعلیم کو پاکستان جیسی اسلامی مملکت
کے ہم آہنگ بنائیں۔ ہم پر لازم ہے کہ اپنے نوجوانوں کو ایسی تعلیم دیں کہ ان
سے لگاؤ پیدا ہو اور دین ایک قوتِ محرکہ کی حیثیت سے ان کے فکر و عمل میں پوری
ہو جائے۔ اسلامی عقیدے کے پابند رہ کر وہ جملہ علوم و فنون کی تحصیل کریں،
ا ہوں یا تجربی، ہر طرح کے علوم و فنون میں دین و دنیا کی تفریق کو مٹا دیں اور
دں کو دینی و لادینی کے امتیاز کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا کر ضائع نہ کریں۔ اس
دئی) نے ہمارے پورے نظام کو ناکارا بنا دیا ہے اور اسی وجہ سے موجودہ نسل
، دُور اور بہت دُور ہوتی جا رہی ہے۔ اس وقت مقصود اسباب و عوامل سے بحث
بلکہ اس بات کی وضاحت کرنا مقصود ہے کہ مشرقی پاکستان کو آئندہ ایسے فتنوں
رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ پاکستان کی تعلیمی پالیسی کی اصلاح جلد از جلد
تعلیمی اصلاحات کے مطابق نہ صرف یونیورسٹیوں اور دوسرے تعلیمی اداروں کے
ہم پر نظرثانی ضروری ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ پندرھویں صدی کے بنگالی زبان
شعراء شیخ علاء الحق عرف علاؤل، شاہ صغیر وغیرہ، نیز انیسویں بیسویں صدی
م و نصیر آباد کے مسلمان بنگلہ لکھنے والوں کے اختیار کردہ عربی رسم خط کو بنگالی
لئے رائج کیا جائے۔ اس رسم خط کو اپنانے سے مشرقی اور مغربی پاکستان کے
ہیں دینی اور ثقافتی یگانگت کو چار چاند لگ جائیں گے۔ اردو۔ پشتو۔ سندھی۔
ر بلوچی زبانوں کو مغربی پاکستان میں عربی رسم خط میں لکھنے کی مشق پہلے ہی سے

جاری ہے۔ بنگالی زبان کو عربی رسم خط میں لکھنے سے نہ صرف یہ کہ مشرقی پاکستان کے سارے مسلمان آپس میں شیر وشکر ہو جائیں گے بلکہ قرآن پاک کی زبان سے نیز مغربی پاکستان کی زبانوں سے ان کی اجنبیت رفتہ رفتہ بالکل دُور ہو جائے گی، اور پاکستان کے دونوں خطوں میں اسلام کی عظمت دوبارہ قائم ہو جائے گی۔ یہی نہیں بلکہ دونوں خطوں کے مسلمانوں کے علمی کارناموں سے دنیا کے دوسرے مسلمان بھی بہرہ ور ہو سکیں گے۔

تعلیمی اصلاحات کی بنیادی باتیں خصوصی توجہ کی طالب ہیں۔ دنیوی جاہ وجلال کی خاطر یہ ظاہر ہے ہم اپنے دین اور مذہب کو خیر باد نہیں کہہ سکتے۔ دوسری طرف مذہبی اہتمام کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ترقی کے میدان میں فراٹے بھرنے والی دوسری قوموں سے مقابلہ کرنے کے لئے ہم مروّجہ علوم وفنون کی تحصیل میں محنت اور جانفشانی سے کام لیں دنیا میں نکو بن کر رہنے سے بہتر ہے کہ ہم جدوجہد کی راہ میں قربان ہو جائیں۔ کھیل تماشے اور تفریحی مشاغل ترقی یافتہ قوموں کو تو راس آسکتے ہیں مگر ہمارے لئے ان کا کوئی جواز نہیں مگر یہ کہ ان کا مقصد صحت وتندرستی ہو۔ نام نہاد فنون لطیفہ اور رقص وسرود سے اجتناب صرف اس لئے ضروری نہیں کہ ہمارا مذہب ان باتوں کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اس لئے بھی ضروری بلکہ نہایت ضروری ہے کہ ان کی طرف توجہ کر کے ہم دوسری قوموں سے اس دنیا میں مقابلہ نہیں کر سکتے۔ سائنسی وتجربی نیز معاشرتی علوم کی تحصیل کے ساتھ ساتھ ثانوی درجے کے آخری امتحان تک دینیات اور عربی کی تعلیم کو مسلمان طلبہ کے لئے لازمی کرنا ضروری ہے۔ ان جماعتوں کے نصاب تعلیم کو از سرِ نو اس طرح مرتب کرنا چاہیئے کہ ملک میں سرکاری اسکولوں اور دینی مدرسوں کا فرق مٹ جائے۔ تعلیم کو مفت اور لازمی بنا کر اس امتیاز کو بہ آسانی دُور کیا جا سکتا ہے۔ پبلک اسکولوں کا خاتمہ اس لئے ضروری ہے کہ ملک سے استحصال، بددیانتی اور رشوت ستانی کے ہر ممکن محرک کا قلع قمع کیا جا سکے اور عام مسلمانوں اور حکومت کے عہدہ داروں میں مساوات قائم کی جا سکے۔

ثانوی درجات تک اعلیٰ امتحانوں کے لئے طریقۂ تعلیم اور نصابِ تعلیم کی یکسانیت

ے سارے طلبہ کو یکساں طور پر یہ موقعہ حاصل ہوگا کہ وہ اپنی استعداد کا مظاہرہ
تعلیم یا پیشہ ورانہ علوم کی تحصیل کے لئے اپنے کو پیش کر سکیں۔ دینی اور معاشرتی
موصی اور امتیازی نصابوں کے شعبے سارے جامعات میں یکساں ہوں تاکہ انتظامی
رقانونی ملازمتوں کے لئے پاکستان کے ہر خطے سے انتخاب کرنا آسان ہو اور کسی خطے
ورحق تلفی کی شکایت باقی نہ رہے۔

وقت جبکہ ملک میں ہر طرف مارشل لاء کا نفاذ مستحسن سمجھا جارہا ہے ملک کی حفاظت
ساتھ اہل پاکستان کے دینی تحفظ کا بندوبست کرنا بیحد ضروری ہے۔ دونوں خطوں
ربرقرار رکھنے اور مختلف زبانیں بولنے والے مختلف حصوں کے مسلمانوں میں اخوت و
ے ساتھ یکجہتی و یگانگت کو بڑھانے کے لئے تعلیمی اصلاحات کے مذکورہ بالا دو بنیادی
مل میں لانا لازم ہے۔ مشرقی پاکستان میں بنگلہ زبان کے اسلامی عہد کے عربی رسم
ی قرار دینا اور دونوں خطوں کے سارے تعلیمی اداروں میں یکساں نصاب تعلیم
قت کی اہم ضرورت ہے تاکہ ملک میں بھانت بھانت کے تعلیمی ادارے قائم نہ
دونوں امور کو لازم قرار دے کر عملی طور پر کامیاب بنانے کے لئے یہ ضروری ہے
، میٹرک تک کی تعلیم کو مفت اور عام کر دے۔ ضروری اخراجات کے لئے اوقاف
ے علاوہ صدقات کی مد سے بھی رقم مختص کی جاسکتی ہے، نیز ارباب ثروت اور اہل
ے گراں بہا عطیات سے یہ مسئلہ حل کیا جاسکتا ہے۔ ہماری ہمسایہ حکومت افغانستان
ے ممالک میں مفت تعلیم کا انتظام اگر ممکن ہے تو کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ
ل میں اس کا امکان کیوں نہ ہو۔

وں کے عہد حکومت تک انتظامی، سیاسی، اقتصادی نیز تجربی یا دنیوی اور دینی
سنگم اگر پرانی طرز کے مدارس ہو سکتے تھے تو آج جامعات میں نئے علوم جن کی
ندیمہ ہی پر ہے، اور دینی علوم کے شعبے بیک وقت کیوں نہیں قائم کئے جا سکتے۔
ے دونوں خطوں میں یکساں اور جامع نظام تعلیم جاری کرنا ازبس ضروری ہے۔ دنیا
لک میں ایک نظامِ تعلیم رائج ہے نظریاتی حیثیت سے وہاں تشتت و افتراق اس قدر

دیکھنے میں نہیں آتا جس قدر ہمارے ملک میں دکھائی دیتا ہے۔ نظام تعلیم کی وحدت سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ مناسب تنظیم کے ذریعے تعلیم یافتہ افراد کی بے کاری کے مسئلے پر قابو پایا جا سکے گا۔

مشرقی پاکستان میں تقسیم سے قبل نیو اسکیم کا نصاب انہی اغراض و مقاصد کے پیش نظر دارالعلوم ندوہ کے نصاب کی طرز پر علماء و دانشوروں کے مشورہ سے نافذ کیا گیا تھا۔ افسوس کہ بعض خود غرض تاجروں اور مفاد پرست عہدہ داروں کی چیرہ دستی نے اس نصاب کو ناکام بنا دیا۔ موجودہ فوجی حکومت اس آزمودہ نصاب سے بھی خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتی ہے۔

مارشل لاء کے اس عروج و مقبولیت کے عہد میں جبکہ خصوصاً مشرقی پاکستان میں یہ حکومت رحمت الٰہی سمجھی جا رہی ہے اور اس حکومت کو سارے مسلمانوں کی حمایت حاصل ہے یہ نہایت سنہرا موقعہ ہے کہ حکومت قدیم مسلمان شعراء بنگالہ حضرت شیخ علاؤل اور حضرت صغیر وغیرہ کے محبوب عربی رسم خط کو، جن کے کلام کے خطی نسخے ڈھاکہ یونیورسٹی لائبریری ڈھاکہ میوزیم لائبریری نیز ایشیاٹک سوسائٹی آف پاکستان ڈھاکہ کی لائبریری میں موجود ہیں، بنگلہ زبان کے لئے رائج کر دے۔ اس طرح اس حکومت کے زریں کارناموں میں اس بیش بہا کارنامے کو جو نمایاں حیثیت حاصل ہوگی اسے ہمیشہ خیر و برکت سمجھا جائے گا۔ کیونکہ عربی رسم خط کے رواج سے نہ صرف بنگال کے مسلمانوں کے دینی اور علمی سرمائے کی حفاظت یقینی ہو جائے گی بلکہ مغربی پاکستان میں رائج عربی رسم خط سے بھی ہم آہنگی پیدا ہو جائے گی، جس کے بعد دونوں خطوں کی ثقافتی روایات میں قریبی ربط و تعلق پیدا ہو جائے گا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن پاک کے رسم خط سے بھی رابطہ قائم ہوگا، اور سب کے لئے قرآن پاک کا پڑھنا آسان ہو جائے گا۔ ساتھ ہی مشرقی پاکستان کے مسلمانوں کی ایک خاص زبان وجود میں آ جائے گی جس کے خصوصیات مغربی بنگال کی ہندو زبان اور سنسکرت رسم خط سے بالکل جدا ہوں گے۔ اصطلاحات و تعبیرات کے لحاظ سے مشرقی پاکستان کی زبان آج بھی الگ ہے، رسم خط کی تبدیلی سے یہ زبان ہندو اثرات سے بالکلیہ پاک و صاف ہو کر خالص اسلامی رنگ اختیار کر لے گی۔

ہر دو خطۂ پاکستان زندہ و پائندہ باد

محمد صغیر حسن معصومی، ڈائریکٹر

ـ سوانحی مضمون بعنوان "کرنل عبدالعزیز مرحوم" اس سے پہلے شائع ہو چکا ہے۔ کرنل
مرحوم کے حالات میں یوں تو کئی باتیں ایسی ہیں جن سے قارئین کو دلچسپی ہوگی۔ لیکن ان
ؐ کا ایک پہلو ایسا ہے کہ اسے حیرت و استعجاب کی نظر سے دیکھا جائے گا۔ اوائل عمر ہی سے
احب کو کتابیں جمع کرنے کا شوق تھا اور آخری دم تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ لوگ مرتے
ولاد کے لئے جائداد اور بینک بیلنس چھوڑ جاتے ہیں۔ کرنل صاحب کی عمر بھر کی کمائی
ظیم الشان کتب خانہ ہے جس میں کم و بیش ستر ہزار کتابیں ہیں۔ زوال علم و عرفان کے
ور میں کسی شخصِ واحد کا اپنی محدود جائز آمدنی سے کتابوں کا اتنا بڑا ذخیرہ جمع کرلینا ایک
انگیز کارنامہ ہے۔ کرنل صاحب مرحوم کے حالات زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا
انھیں کتابیں جمع کرنے کا شوق نہیں جنون تھا۔ وہ کتابوں کے پیچھے اپنی ذات اپنے زن و
سب کو بھولے ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنی کمائی یا تو غریبوں اور مسکینوں کی حاجت روائی
ن کی یا کتابیں جمع کرنے میں لگائی۔

یہ معلوم کرکے ہر علم دوست انسان کو صدمہ ہوگا کہ کرنل صاحب کا قیمتی کتب خانہ
ں بے شمار نوادرات ہیں اس وقت صندوقوں میں بند پڑا ہے اور اسے کیڑے کھا رہے ہیں
رحوم کی خواہش تھی کہ ان کتابوں سے اپنی والدہ مرحومہ کے نام پر ایک لائبریری قائم کریں
کے احباب اور اعزہ کا فرض ہے کہ وہ کوئی مناسب صورت نکال کر ان کی اس خواہش کو
یں۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرسکتے تو کسی لائبریری کو بطور عطیہ دے دیں۔ اچھی کتابیں
عام کے لئے کسی دارالمطالعہ یا لائبریری میں رکھی ہوئی ہوں تو صدقہ جاریہ ہیں۔ کرنل
کے ورثاء عنداللہ اور عندالناس ماجور ہوں گے اگر وہ ان کی محنت سے جمع کی ہوئی کتابوں
اِ عام کے لئے وقف کر دیں۔ لوگ ان کتابوں سے فائدہ اٹھائیں گے تو اس کا ثواب
صاحب مرحوم کو بھی پہنچتا رہے گا۔ ان کتابوں کا صندوقوں میں بند پڑا رہنا سرتاسر زیاں
حکومت، پبلک لائبریریوں اور ملک کے تعلیمی اداروں کو بھی چاہیئے کہ وہ مرحوم کے عزیزوں
ابطہ قائم کرکے اس علمی خزانے کو محفوظ کرنے کی کوئی مناسب تدبیر کریں۔